حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام

مُصنِّف

نبیرۂ اعلیٰ حضرت، جانشین حضور مفتی اعظم ہند، تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی
الحاج الشاہ حافظ و قاری محمد اختر رضا خان قادری ازہری
دامت برکاتہم العالیہ

مُرتِّب

ڈاکٹر مولانا محمد شہاب الدین رضوی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے
والد کا نام

تاج الشریعہ جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی الحاج الشاہ حافظ وقاری

محمد اختر رضا خاں قادری ازہری دامت برکاتہم العالیہ

(زیب مسند رشد وہدایت بریلی شریف)

مرتب

مولانا محمد شہاب الدین رضوی

ناشر

اسلامک ریسرچ سینٹر

۵۸۔ کنگران، سوداگران بریلی شریف (یوپی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلسلۂ اشاعت: ۱۳۰

نام کتاب:--- حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام

فتوی:--- حضرت تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری

مرتب:--- مولانا محمد شہاب الدین رضوی

تصحیح:--- مولانا محمد مناف رضوی، مولانا توقیر احمد رضوی بہرائچی

کمپوزنگ:--- مولانا محمد شفیق الحق رضوی

باہتمام:--- حافظ غلام محی الدین رضوی، قاری صغیر احمد رضوی

سال اشاعت اول: رجب المرجب ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء

سال اشاعت دوم: صفر المظفر ۱۴۳۷ھ/نومبر ۲۰۱۵ء

صفحات:--- ۴۰

قیمت:---

ناشر

اسلامک ریسرچ سینٹر

۵۸۔ کنگران، سوداگران بریلی شریف (یوپی)

فون: 09837549282,09927506409,09873877274

E-mail:mrazvi.razvi@gmail.com WWW.ALAHAZRAT BOOKS.COM

فتوی جانشین مفتی اعظم حضرت تاج الشریعہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اسلامپورہ بھیونڈی میں ایک نمائش لگاتا ہے۔ اس نمائش کا ایک مضمون۔ (مکالمہ) میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے متعلق، درج تھا کہ آزر آپ کے والد جو کہ بت تراش تھے۔ کچھ سنیوں نے اس پر اعتراض کیا اور زید سے کہا کہ انہوں نے اپنے علمائے کرام سے سنا کہ تمام انبیاء کرام کے والدین، ساجدین میں سے تھے۔ مگر زید نے ان کی بات نہیں مانی اور ثبوت کے طور پر چار حوالے دیئے جو کہ زیروکس کی شکل میں نیچے درج ہیں۔

(۱)---قیل کان اسم ابیہ (أی ابراھیم) تارخ فعرب فجعل آزر (راغب اصفھانی: المفردات فی غریب القرآنص ۱۳)

(۲)---قال ابن الحرء الطبری فی تفسیرہ قد یکون لہ (ای لآزر) اسمان کما لکثیر من الناس او یکون احدھما القباو ھذا الذی قالہ جید قوی۔(تفسیر ابن کثیر۔جلد ۲ ص ۱۵۱)

(۳)---ابن حبیب البغدادی (متوفی ۲۰۴ ھجری) کی کتاب المحبر طبع دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد ۱۹۴۲ء) میں ہے:

تارخ و ھو آزر (ص ۴)

یہ قول کہ آزر حضرت ابراہیم کے چچا تھے ضعیف ترین قول ہے، کلدانی زبان میں بڑے پجاری کے لئے آدار کا لفظ مستعمل تھا۔ یہ معرب ہو کر

آزر بن گیا اصل نام تارح تھا، اور آزر علم وصفی قرآن کریم نے اسی علم وصفی سے یاد کیا۔

و هوأی ابراهیم ابن آزر و اسمه تارح

(علامہ جلال الدین سیوطی: الاتقان فی علوم القرآن جلد دوم ص ۱۴۸)

سوالات:

(۱) کیا زید گمراہ ہے؟ اس کے لیے شرعی حکم کیا ہے؟

(۲) کیا زید نے جو حوالے دیے ہیں درست ہیں؟ اور اگر غلط ہیں تو صحیح کیا ہیں؟

(۳) آزر، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تھے یا چچا؟

(۴) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام کیا تھا۔ اور وہ کیا تھے؟

(۵) تمام انبیاء کرام کے والدین کے مذہب سے متعلق شریعت کیا کہتی ہے؟

جوابات مدلل و مفصل مرحمت فرمائیں۔ بینوا توجروا

منصور احمد حبیبی ۶۸/اسلام پورہ، بھیونڈی، تھانہ (مہاراشٹر)

محققانہ جواب:

الجواب: محققین علماء کرام کا مسلک یہ ہے کہ حضور پرنور شفیع المذنبین سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے تمام اکابر کرام، وامہات کریمات، سیدنا آدم علیہ السلام سے حضرت عبداللہ وسیدہ آمنہ تک سب موحد تھے، کوئی کافر نہ تھا، اور آیتِ کریمہ الذی یراك حین تقوم و تقلبك فی الساجدین۔ یعنی جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم قیام فرماتے ہو اور مومنوں کے اصلاب میں تمہارے دورہ کو دیکھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کی تفسیر میں مروی ہے کہ

آپ نے فرمایا ای تقلبك من اصلاب طاهرة من بعد اب الی أن جعلك نبیاً فکان نور النبوة ظاهراً فی ابائه یعنی اللہ تعالیٰ آپ کے پاک پشتوں میں دورہ کو اور ایک پدر سے دوسرے پدر کی پشت میں منتقل ہوتا دیکھا ہے، یہاں تک کہ حضور کو اللہ تعالیٰ نبی بنا کر بھیجا تو نبوت کا نور آپ کے اباء کرام میں ظاہر تھا، یہ تفسیر امام ابوالحسن ماوردی نے سیدنا عبداللہ بن عباس سے نقل فرمائی، اور امام جلال الدین سیوطی نے اپنی تصنیف مسالک الخلفاء میں ان سے نقل فرما کر اسے مقرر رکھا اور اس خصوص میں امام جلال الدین سیوطی نے چند رسالے تحریر فرمائے، جن کا خلاصہ شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام تصنیف لطیف سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ میں ہے فلیر جع۔

اور آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نہ تھے، ان کے والد کا نام تارخ تھا اور آزر آپ کے چچا کا نام ہے، جو کافر تھا۔ یہی مسلک بکثرت نسابین (یعنی وہ لوگ جو شجرۂ نسب بیان کرتے ہیں) کا ہے اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور سلف کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے۔

دلائل مفسرین:

چنانچہ اسی مسلک الخلفاء میں امام سیوطی فرماتے ہیں و هذا القول اعنی ان آزر لیس ابا ابراهیم و رد عن جماعة من السلف اخرج ابن ابی حاتم بسند ضعیف عن ابن عباس فی قوله (و اذ قال ابراهیم لابیه آزر) قال انب ابا ابراهیم لم یکن اسمه آزر و انما کا اسمه تارخ یعنی یہ قول کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر نہ تھا ایک جماعت سلف سے وارد ہوا،

ابن ابی حاتم نے بسند ضعیف ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کریمہ (واذقال ابراھیم لابیہ ازر) کی تفسیر میں روایت کیا کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر نہ تھا، ان کے باپ کا نام تارخ تھا۔

اسی میں مجاہد سے ہے لیس ازر ابا ابراھیم آزر ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہ تھا۔

اسی میں ابن جریج سے بسند صحیح بروایت ابن المنذر رہے کہ ابن جریج نے فرمایا لیس ازر بابیہ انما ھو ابراھیم بن تیرح اور تارح بن شاروخ بن ناحور بن فالخ۔

اسی میں اسدی سے بسند صحیح بطریق ابن ابی حاتم مروی ہوا، انہ قیل لہ اسم ابی ابراھیم ازر فقال بل اسمہ تارخ یعنی اسدی سے کہا گیا ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر ہے انہوں نے فرمایا بلکہ ان کے والد کا نام تارخ ہے اور اسی مسلک الحنفاء کی توجیہ باعتبار لغت یوں ہے کہ لفظ اب کا اطلاق چچا پر شائع وذائع ہے، اور اس کی نظیر قرآن کریم میں موجود ہے قال تعالیٰ ام کنتم شھداء اذ حضر یعقوب الموت اذ قال لبنیہ ما تعبدون من بعد قالوا نعبد الھك و الہ ابائك ابراھیم و اسمعیل و اسحق کیا تم اس وقت حاضر تھے جب یعقوب علیہ السلام کی وفات کا وقت تھا، جب کہ انہوں نے اپنے بیٹوں سے فرمایا "میرے بعد تم کسے پوجو گے، وہ بولے ہم آپ کے خدا اور آپ کے اباء کرام ابراہیم و اسماعیل و اسحٰق کے خدا کو پوجیں گے" آیتِ کریمہ میں اسمعیل علیہ السلام کو اب (باپ) فرمایا حالانکہ وہ چچا ہیں۔

دعائے ابراھیم:

امام جلال الدین سیوطی نے ایک اثر سے ثابت فرمایا کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کا چچا ہی تھا، جس کے لے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعاء مغفرت فرمائی تھی، پھر جب آپ کو اس کا حال روشن ہوا تو آپ اس سے بیزار ہو گئے۔

چنانچہ اسی مسلک الحنفاء میں ہے و یر شحہ ایضا ما اخرجہ ابن المنذر فی تفسیرہ بسند صحیح عن سلیمان بن صرد قال لما اراد وأن الیلقوا ابراھیم فی النار جعلوا یجمعون الحطب حتی ان کانت العجوز لیجتمع الحطب فلما ان اراد و ان یلقوہ فی النار قال حسبی اللہ و نعم الوکیل فلما القوۃ قال اللہ (یانار کونی برداً وّ سلاماً علی ابراھیم) فقال عمہ ابراھیم من اجلی رفع عنہ فارسل اللہ علیہ شرارۃ من النار فوقعت علی قدمہ فاحرقتہ فقد صرح فی ھذا الاثر بعم ابراھیم و فیہ فائدۃ أخریٰ و ھو انہٗ ھلك فی ایام القاء ابراھیم فی النار و قد أخبر اللہ سبحنہ فی القران بان ابراھیم ترك الا ستغفار لہ لما تبین لہ أنہ عدو للہ وو ردت الاثار بأن ذلك تبین لہ لما مات مشرکاً و انہ لم یستغفر لہ بعد ذلك الیٰ قولہ فاستغفر لوالدیہ و ذالك بعد ھلال عمہ بمدۃ طویلۃ فیسقط من ھذا أن الذکر فی القران بالکفر و التبری من الاسغفار لہ ھو عملہ لا ابوہ الحقیقی فللہ الحمد علی ما الھمہ۔

خلاصہ عبارت یہ کہ اس قول کی تائید اس اثر سے ہوئی ہے جو ابن المنذر نے بسند صحیح سلیمان بن صرد سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا جب

کافروں نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو لکڑیاں جمع کرنے لگے، یہاں تک کہ بوڑھی عورت بھی لکڑیاں اکٹھا کرتی، تو جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنا چاہا، آپ نے حسبی اللہ و نعم الوکیل فرمایا یعنی مجھے اللہ کافی ہے اور وہ بہتر کارساز پھر جب آپ کو آگ میں ڈال دیا تو اللہ نے حکم دیا کہ اے آگ ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی ہو جا، تو آپ کا چچا بولا کہ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے بچالیا، تو اللہ تعالیٰ نے آگ کا ایک شرارہ بھیجا جو اس کے پیر پر پڑا تو اسے جلا ڈالا، تو اس اثر میں ابراہیم علیہ السلام کے چچا کی صراحت آئی۔

ترک دعائے مغفرت:

اور اس میں ایک دوسرا فائدہ ہے اور وہ یہ کہ آپ کا چچا اس زمانہ میں ہلاک ہوا جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا تھا۔ اور قرآن عظیم نے بتایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے لیے دُعاء مغفرت ترک فرما دی تھی، جب انہیں اس کا دشمن خدا ہونا محقق ہوا، اور روایتوں میں آیا ہے کہ اس کا یہ حال ان کو اس وقت کھلا جب وہ مشرک مرا، اور انہوں نے اس کے لئے اس کے بعد دعاء مغفرت نہ کی، اور اپنے چچا وفات کی طویل عرصہ کے بعد انہوں نے اپنے والدین کے لیے دعاءِ مغفرت کی، تو یہاں سے ظاہر ہوا کہ قرآن میں جس کے کفر اور اس کے لئے دعاء مغفرت سے تبری کا ذکر آیا وہ ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا، ان کے پدر حقیقی نہ تھے، وہی مفردات کی عبارت تو وہ قیل سے شروع ہے اور قیل سے قول ضعیف کو تعبیر کرتے ہیں، اور کبھی مجرد قول کی حکایت مقصود ہوتی ہے

مگر غالباً ضعف کی طرف اشارہ کرنے کے لیے مستعمل ہوتا ہے، تو باعتبار غالب امام راغب کے نزدیک بھی یہ قول ضعیف معلوم ہوتا ہے، اور علی الاقل احتمال ہے، اور محتمل کو مستدل بنانا صحیح نہیں اور ابن کثیر کی عبارت جو یہاں تحریر ہوئی۔

نسب نامہ:

اس تفسیر ابن کثیر میں اس سے پہلے یوں تحریر فرمایا:

قال الضحاك عن ابن عباس أن اباابراهيم لم يكن اسمه ازر و انما كان اسمه تارخ رواه ابن ابی حاتم و قال ایضا حدثنا احمد بن عمرو بن ابی عاصم النبیل حدثنا ابی حدثنا ابو عاصم مثیب حدثنا عکرمه عن ابن عباس فی قوله (واذ قال ابراهيم لابيه ازر) يعني آزر الصنم و ابو ابراهيم اسمه تارخ و امه اسمها مثانی و امرأة اسمها ساره و ام اسمعيل اسمها هاجر وهي سرية ابراهيم و هكذا قال غير و احد من علماء النسب ان اسمه تارخ۔

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ آزر کی تفسیر میں ضحاک نے ابن عباس سے روایت کیا، انہوں نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر نہ تھا بلکہ تارخ تھا، اور ضحاک ہی نے اپنی سند سے حضرت ابن عباس سے آزر کی تفسیر میں روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا آزر صنم کا نام ہے، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ اور ماں کا نام مثانی، اور بیوی کا نام سارہ، اور آپ کی کنیز ام اسمعیل کا نام ہاجر ہے، اور اسی طرح بہت سے علماء نسب کا قول ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ ہے، تو ابن عباس رضی اللہ عنہما اور اکثر علماء کے

مقابل تنہا ابن جریر علیہ الرحمہ یا ابن کثیر کا قول کیونکر لائق تسلیم ہے، اور اتقان کی عبارت کا جواب خود تصریحات امام سیوطی علیہ الرحمہ سے ہوگیا۔

اسی اتقان میں ہے ولوالدی اسم ابیه تارخ و قیل أزر و قیل یا زر و اسم ام مثانی و قیل نوفا و قیل لیوقا یعنی ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ تھا، اور کہا گیا ہے کہ ازر اور ماں کا نام مثانی، اور کہا گیا ہے نوفا اور کہا گیا کہ لیوفا تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ علامہ امام سیوطی کے نزدیک راجح و معتمد یہی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ تھا، اسی لئے اسے مقدم کیا اور آزر کو قیل سے (مشعر ضعف ہے) تعبیر کیا۔

خلاصہ کلام:

یہاں سے ظاہر ہے کہ اتقان کی وہ عبارت جو اس تصریح کے خلاف ہے ناسخ کی طرف سے زلت قلم یا سہو و نسیان کا نتیجہ ہے۔ زید کے حوالوں کا جواب ہمارے اس فتویٰ سے ظاہر ہوگیا، اور زید اگر دانستہ معاندین بین نہ مرض قلب کا شکار تو اسے گمراہ کہنا صحیح نہیں، البتہ اتباع جمہور محققین کا ضرور تارک ہے اور خاطی ہے، اور اس کے قول سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کی طرف کفر کی نسبت لازم آتی ہے، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آباء کرام میں ہیں، تو یہ بات حضور علیہ السلام کے لئے مظنۂ اذیت ہے، اور ان کی اذیت عذاب الیم کی موجب ہے، قال تعالیٰ ان الذین یوذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا و الاخرۃ اسی لیے علماء نے ابوین کریمین میں سے کسی ایک کی نسبت یہ کہنے کی ممانعت فرمائی کہ وہ جہنم میں ہیں۔

نبی کریم کے اجداد موحد:

اسی مسالک الحنفاء میں ہے قال السهيلي في الروض لانف بعد ايراده حديث مسلم و ليس لنا نحن ان نقول ذلك في ابويه صلى الله عليه و سلم لقوله لا تؤذوا الاحياء بسبب الاموات و قال تعالیٰ (انّ الذين يؤذون الله و رسوله)الاية وسئل القاضي ابو بكر بن الغرلي أحد أئمة المالكية عن رجل قال ان ابا النبي صلى الله تعالیٰ عليه وسلم في النار فاجاب بان من قال ذلك فهو ملعون لقوله تعالیٰ (ان الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم الله في الدينا والآخرة)قال ولا اذى اعظم من ان يقال عن ابيه انه في النار۔(الخ)

لہذا اس بات سے احتراز ضرور جو حضور علیہ السلام کے لیے اذیت کا سبب ہو، یہاں سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے آباء کرام کا حال معلوم ہوا، اور وہ یہ کہ وہ سب کے سب موحد تھے (ماشاء اللہ) ان میں کوئی کافر نہ تھا، اور دیگر انبیاء کرام کے والدین کے متعلق تصریح نظر سے نہ گزری، اور ان کے مقام رفیع کے شایاں کہ ان کا نسب نجاست کفر سے پاک ہو۔

انبیائے کرام کا نسب نجاست سے پاک :

چنانچہ علامہ ابوالحسن ماوردی سے امام سیوطی ناقل لما کان انبیاء اللہ صفوۃ عبارۃ و خیرۃ خلقہ لما کلفھم من القیام بحقہ و الارشاد لخلقہ استخلصھم من اکرم العناصر و اجتبا ھم بحکم الاواضر فلم یمکن نسبھم من قدح و لمنصبھم من جرح الخ۔ اس عبارت سے مستفاد ہوتا ہے کہ دیگر انبیاء کرام کا نسب بھی نجاست کفر سے پاک ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ:

فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری غفرلہ

۱۳ ربیع الاول ۱۴۰۷ھ

مرکزی دارالافتاء سوداگران بریلی شریف

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرالقوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آزر حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا نہ کہ والد

از: شمس العلماء حضرت علامہ مفتی غلام مجتبےٰ صاحب اشرفی بھیونڈی

مبسملا و حامدا و صلیا و مسلما

(۱)۔۔۔ابوالبشر حضرت سیدنا آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والتسلیم کی روئے زمین پر تشریف آوری کے تقریباً سوا تین ہزار سال بعد نمرود بن کنعان بن کوش بن سام کے دور پرفتن میں ابوالانبیاء حضرت سیدنا ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والتسلیم کی ولادت ماہ ذی الحجہ میں ہوئی۔ خاتم الانبیاء حضور سیدنا و مولٰنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سلسلۂ نسب مبارک تقریباً ۲۹ واسطوں سے ان تک پہونچتا ہے۔ اور وہ حضور کے اجداد میں شامل ہیں۔

(۲)۔۔۔حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے والد کون تھے؟ اس سلسلہ میں مفسرین، مورخین، اصحاب سیر، نسابین اور اہل لغت کے اقوال مختلف ہیں۔ یہ عظیم اختلاف بلحاظ امتداد زمانہ وطول مدت ناگزیر بھی تھا، بالخصوص ایسی صورت میں جب کہ بقول بعض مورخین نمرود کو بعض کاہنوں نے خبر دی تھی کہ ایسا شخص پیدا ہونے والا ہے جو دین شاہی کا مخالف ہوگا، بتوں کو توڑ دے گا۔ نمرود نے یہ سنکر لڑکوں کے قتل کرنے کا حکم عام دیدیا تھا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت کا زمانہ قریب آیا تو آپ کی والدہ نے ایک غار میں جا کر وضع حمل کیا۔ اور اسی غار میں پرورش پاتے رہے۔ آپ کی والدہ روزانہ وہاں جا کر دودھ پلایا کرتی تھیں۔ آپ کی ولادت کا حال آپ کے والد سے پوشیدہ تھا، یا

معلوم تھا لیکن نمرود کے خوف سے پوشیدہ رکھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک دن میں اس قدر بڑھتے تھے، جس قدر اور لڑکے ایک ماہ میں نشو ونما پاتے ہیں۔ تھوڑے سے ہی دنوں میں آپ جوانی کے قریب پہونچ گئے۔ اور اسی کے بعد ہی اپنے باپ کے ساتھ شام کے وقت غار سے نکل کر آبادی میں تشریف لائے (مرآۃ الانساب)

ایسی صورت میں یہ ظاہر ہے کہ نمرود جیسا ظالم حکمراں کے پُر آشوب دور میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین کے نام بھی پوشیدہ رکھے گئے ہونگے، اور عام لوگوں پر یہ ظاہر نہ ہوگا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین کون تھے؟ جس طرح حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی پرورش فرعون کے گھر ہوئی، لیکن ان کے والدین کے نام دورِ فرعون میں طویل مدت تک پوشیدہ رہے۔ ان کی والدہ کے نام میں آج بھی شدید اختلاف موجود ہے۔

(۳)۔۔۔۔یہی وجہ ہے کہ بعض نے ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر بتا دیا۔ بعض نے کہا مؤرخین ونسابین کے نزدیک ان کے والد ”تارخ“ تھے۔ بعض نے کہا کہ نسابین کا اجماع ہے کہ والد کا نام تارخ تھا۔ بعض نے کہا کہ کتاب الٰہی توراۃ میں والد کا نام ”تارخ“ ہے۔ بعض نے کہا کہ ایک شخص کے دو نام ہوسکتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اصلی نام تارخ ہو اور لقب آزر، یا اصلی نام آزر ہو اور تارخ لقب۔ بعض نے کہا ”آزر“ بُت کا نام تھا، پجاری کو اسی نام سے موسوم کیا گیا۔ بعض نے کہا کہ آزر نہ تو باپ کا نام تھا۔ اور نہ بُت کا نام بلکہ آزر کا معنی کج رو، خطا کار ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پجاری کو اس کی اہانت کے طور پر اس وصف سے خطاب کیا، بعض اصحاب تحقیق نے کہا کہ والد کا نام

تارخ یا تارخ تھا اور آزر چچا تھا نہ کہ والد، ان اختلافات کا حاصل یہ ہے کہ والد کا نام تارح یا تارخ تھا۔ اور آزر یا تو ان کا ہی دوسرا نام تھا۔ یا دوسرا شخص ہے جو ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا۔

(۴)۔۔۔۔جب اختلاف اقوال کا یہ عالم ہے تو کوئی بھی پڑھا لکھا شخص کسی بھی ایک قول سے متعلق دو چار دس کتابوں کے حوالہ جات نقل کر کے یہ کہہ سکتا ہے کہ ”میرے نزدیک یہی قول راجح ہے یہی حق ہے“۔ لیکن اہل فہم پر عیاں ہے کہ محض حوالہ جات نقل کر دینے کے بعد راجح بتا دینے سے اس قول کا حق ہونا ثابت نہ ہوگا، کیونکہ دوسرے قول پر بھی حوالہ جات مل جائیں گے۔ تو کیا سارے متضاد اقوال کو حق کہہ دیا جائے گا؟ ہر گز نہیں، یہ کوئی حکم فقہی عملی نہیں کہ مجتہدین کے اختلافات کے باوجود اپنے اپنے عمل کے لیے ہر ایک قول کو حق اور واجب العمل کہا جائے گا۔ بلکہ یہ تو ایک واقعہ کی تحقیق ہے کہ ”آزر“ چچا تھا یا والد؟ یہاں دو باتوں میں ایک ہی حق ہوسکتی ہے۔ دونوں باتوں کو حق نہیں کہا جاسکتا۔

الحاصل محض حوالہ جات کی نقل سے مدعیٰ ثابت نہ ہوگا۔ بلکہ کثرت اقوال بھی بلا دلیل وجہ ترجیح نہیں۔ ہاں نقل اقوال کے ساتھ اگر قوت دلیل بھی شامل ہے تو بلا شبہ وہی راجح اور حق ہے، خواہ کثرت اقوال پر مشتمل ہو یا قلت اقوال پر۔

تحقیق کا معیار:

انبیاء سابقین اورامم سابقہ کے دور سے متعلق اختلافی واقعات کی تحقیق کے لیے ہمارے پاس وحی الٰہی یعنی قرآن وحدیث سے بڑھ کر کوئی بھی میعار ترجیح وتحقیق نہیں ہوسکتی۔لہذا ہمارا یہ ایمانی فریضہ ہے کہ ہم قرآن وحدیث کی روشنی میں تحقیق کریں کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا یا والد؟ کثرت اقوال یا قلت اقوال کو معیار ترجیح نہ قرار دیں۔ کثرت اقوال کبھی ایک دوسرے کی تقلید پر مبنی ہوتی ہے جو لائق توجہ نہیں ہوتی۔نہایت ہی سنجیدگی اور دیانت کے ساتھ غور کریں کہ حق اور راجح کیا ہے؟ ملاحظہ ہو۔

(۵)۔۔۔(الف) حضرت امیر المومنین مولیٰ المسلمین سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی حدیث صحیح میں ہے۔لَمْ یَزَلْ عَلیٰ وَجْهِ الدَّهْرِ سَبْعَةٌ مُسْلِمُوْنَ فَصَاعِداً فَلَوْلَا ذٰلِكَ هَلَكَتِ الْاَرْضُ وَمَنْ عَلَيْهَا (روئے زمین پر ہر زمانہ میں کم سے کم سات مسلمان ضرور رہے ہیں) ایسا نہ ہوتا تو زمین واہل زمین سب ہلاک ہوجاتے، اخرجه عبد الرزاق و ابن المنذر بسند صحيح على شرط ،شيخين۔ (شمول الاسلام)

(ب) قرآن کریم میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ (بے شک مسلمان غلام بہتر ہے مشرک سے)

نیز خداوند قدوس کا ارشاد ہے۔اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِيْنَ فِيْهَا اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ. اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ. (بے شک کافر کتابی اور

مشرک جہنم کی آگ میں ہیں، ہمیشہ اُسی میں رہیں گے، وہ سارے جہان سے بدتر ہیں، بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہ سارے جہان سے بہتر ہیں)

فائدہ جلیلہ:

حدیث پاک اور قرآن کریم کی دونوں آیتوں کا حاصل یہ ہے کہ ہر زمانہ میں دونوں قسم کے لوگ رہے ہیں۔مومن ومسلمان جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کفار ومشرکین سے بہتر اور خیر القرون وخیر البریہ میں سے ہیں۔کافر مشرک جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین انسان اور شر القرون وشر البریہ میں سے ہیں، اب آپ یہ ملاحظہ فرمائیں کہ حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آباء واجداد وامہات (جن واسطوں سے آپ صلب آدم علیہ السلام سے منتقل ہوتے ہوئے بطن حضرت آمنہ تک پہونچے) کس قسم کے انسانوں میں سے تھے۔مسلمان، مومن وموحد خیر القرون وخیر البریہ میں سے تھے، یا کافر ومشرک شر القرون وشر البریہ میں سے تھے، ملاحظہ ہو۔

(ج) حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُوْنِ بَنِيْ اٰدَمَ قَرْناً فَقَرْناً حَتّٰى كُنْتُ فِي الْقَرْنِ الَّذِيْ كُنْتُ فِيْهِ (ہر قرن وہر طبقہ میں تمام قرون بنی آدم کے بہتر سے بھیجا گیا، یہاں تک کہ اس قرن میں ہوا جس میں پیدا ہوا) رواہ البخاری فی صحیحہ و القاضی عیاض فی الشفاء۔

حضرت مُلا علی القاری علیہ الرحمۃ الباری اسی کی شرح میں فرماتے ہیں۔المراد بالبعث تَقَلُّبُهُ فِيْ اَصْلَابِ اٰبَائِهِ اَباً فَاَباً (حضور علیہ الصلاۃ

والسلام کا خیر القرون میں مبعوث ہونے سے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا تمام آباء واجداد کے پشتوں میں یکے بعد دیگرے منتقل ہونا مراد ہے۔)

فائدہ:

حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے سلسلۂ نسب میں صُلب آدم علیہ السلام سے بطن حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تک تمام آباء وامہات کے اصلاب کریمہ وارحامِ طاہرہ میں سے ہر ایک میں نورِ مُصطفوی منتقل ہوا۔ ان میں کچھ تو انبیاء کرام علیہم السلام ہیں۔ اور باقی تمام آباء وامہات مومن وموحد اور خیر القرون وخیر البریہ میں سے تھے۔ آدم علیہ السلام سے حضرت آمنہ تک سلسلہ نسب کوئی نہیں ہے جس میں نور مصطفوی منتقل نہ ہوا ہو۔ اور نہ سلسلہ نسب میں ایسا کوئی ہے جو کافر یا مشرک رہا ہو۔ یہی علماء محققین کا مذہب ہے۔

الصاوی علی الجلالین جلد دوم میں ہے۔

قَالَ الْمُحَقِّقُوْنَ اَنَّ نَسَبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَحْفُوْظٌ مِّنَ الشِّرْكِ فَلَمْ يَسْجُدْ اَحَدٌ مِّنْ اٰبَائِهٖ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ اِلٰى اٰدَمَ لِصَنَمٍ قَطُّ وَ بِذٰالِكَ قَالَ الْمُفَسِّرُوْنَ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ

علمائے محققین نے یہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سلسلۂ نسب شرک سے محفوظ ہے۔ حضرت عبد اللہ سے آدم علیہ السلام تک اُن کے آباء واجداد میں سے کسی نے بھی کبھی کسی بُت کو سجدہ نہ کیا۔ یہی تفسیر کی ہے کہ مفسرین نے اللہ تعالیٰ کے فرمان وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ میں یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور ایک ساجد سے دوسرے ساجد تک منتقل ہوتا آیا۔ جلیل القدر صحابی

رسول حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی تفسیر تنویر مقیاس میں اسی آیت کے تحت فرمایا وَ يُقَالُ فِيْ اَصْلَابِ اٰبَائِكَ الْاَوَّلِيْنَ (اور ساجدین کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ تیرے ان آباء واجداد کے پشتوں میں جو گزر چکے ہیں)

(۶)۔۔۔۔مذکورہ بالا قرآنی آیات، احادیث شریفہ، اقوال مفسرین اور مذہب محققین کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے سلسلہ نسب میں جتنے انبیاء کرام علیہم السلام ہیں۔ جو انبیاء ہی ہیں اُن کے سوا حضور کے جس قدر آباء وامہات حضرت آدم وحضرت حوا علیہما السلام تک شامل ہیں سبھی مومن وموحد ہیں، کوئی بھی کافر ومشرک نہیں۔ اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد بھی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے آباء واجداد میں شامل ہیں تو قرآن وحدیث، اقوال مفسرین اور مذہب محققین کی روشنی میں یہ بھی واضح وثابت ہوگیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد مومن وموحد تھے، نہ کہ کافر ومشرک۔

(۷)۔۔۔۔آزر کا مشرک وبُت پرست ہونا قرآن حکیم سے ثابت ہے، اور یہ آیتِ کریمہ اِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً اس کے مشرک وبت پرست ہونے پر قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ ہے۔ اور تارخ مومن وموحد تھے، الصاوی علی الجلالین میں ہے۔ وَتَارَخُ اَبُوْهُ مَاتَ فِي الْفَتْرَةِ وَلَمْ يَثْبُتْ سُجُوْدَهٗ لِصَنَمٍ (ابراہیم علیہ السلام کے باپ تارخ تھے۔ ان کا وصال ایسے زمانہ میں ہوا جب کہ کوئی نبی نہ تھے۔ اور یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے کسی بُت کو سجدہ کیا ہو)

مذکورہ بالا قرآن وحدیث کی روشنی میں تارخ ہی کو والد قرار دینا راجح اور حق تحقیق ہے۔ چونکہ وہ مومن وموحد تھے، اور یہی محققین علماء کا مذہب بھی ہے، جیسا کہ اوپر گزر چکا۔ آزر کو والد قرار دینا درست نہیں کیونکہ مشرک وبت پرست تھا۔ الصاوی علی الجلالین میں ہے:

وَاَجَابَ بَعْضُهُمْ بِمَنْعِ اَنَّ اٰزَرَ اَبُوْهُ بَلْ كَانَ عَمُّهُ وَكَانَ كَافِرًا (بعض لوگوں نے جواب دیا کہ آزر ان کا باپ نہ تھا بلکہ چچا تھا، اور کافر تھا۔) فی القاموس ایضاً اٰزَرُ اِسْمُ عَمِّ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمُ اَبِيْهِ تَارَخ (حاشیہ تفسیر الجلالین) یعنی قاموس میں یہ بھی ہے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام ہے۔ اور اُن کے باپ کا نام تارخ ہے۔

الحاصل ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد تارخ تھے۔ اور آزر چچا تھا نہ کہ والد۔ اور یہیں سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ تارخ اور آزر الگ الگ دو شخصوں کے دو نام ہیں نہ کہ ایک شخص کے دو نام۔ کیونکہ ایک مومن وموحد تھے اور دوسرے کافر ومشرک۔

ایک شبہ:

ایک معاصر لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نورِ مصطفوی انبیاء کرام کے اصلاب میں منتقل ہوتا رہا، یہاں تک کہ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو تولد فرمایا۔ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ”مشہور کتاب الشفا بتعریف حقوقِ المصطفیٰ“ میں حدیث حضرت ابن عباس سے نقل فرمائی ہے۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فَاَهْبَطَنِیَ

اللّٰهُ اِلَى الْاَرْضِ فِيْ صُلْبِ اٰدَمَ وَجَعَلَنِيْ فِيْ صُلْبِ نُوْحٍ وَقَذَفَ بِيْ فِيْ صُلْبِ اِبْرَاهِيْمَ ثُمَّ لَمْ يَزَلْ يَنْقُلُنِيْ مِنَ الْاَصْلَابِ الْكَرِيْمَةِ وَالْاَرْحَامِ الطَّاهِرَةِ حَتّٰى اَخْرَجَنِيْ مِنْ اَبَوَيَّ۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس میں صرف انبیاء کرام کا ذکر فرمایا ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نور مصطفوی صرف انبیاء کرام میں منتقل ہوا۔ والد حضرت ابراہیم علیہ السلام میں منتقل نہ ہوا۔ لہٰذا اگر آزر کو والد قرار دیں، اگرچہ وہ مشرک ہے کسی حدیث سے کوئی تعارض نہیں معلوم ہوتا۔

ازالہ شبہ:

(الف) اس حدیث پاک میں صرف حضرت آدم، حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کا ذکر ہے باقی دیگر انبیاء کرام جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سلسلہ نسب مبارک میں شامل ہیں اُن کا تذکرہ نہیں ہے، مثلاً شیث علیہ السلام۔ ادریس علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کا کوئی ذکر نہیں، جب کہ بلا شبہ یہ بھی آباء واجداد کرام میں شامل ہیں اور نور مصطفوی ان میں منتقل ہوا۔ نیز ابراہیم علیہ السلام سے قبل امہات کے ارحام طاہرہ کا بھی تذکرہ نہیں ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد گرامی کا ہرگز یہ منشا نہیں ہے کہ میرا نور صرف ان انبیاء کرام کے اصلاب کریمہ میں منتقل ہوا۔ باقی دوسرے آباء واجداد اور امہات کے اصلاب کریمہ وارحامِ طاہرہ میں منتقل نہ ہوا۔ اگر ایسا ہو تو کوئی یہ بتائے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وصال کے بعد اور نوح علیہ السلام کی ولادت سے قبل اس درمیان میں نور محمدی عام دنیا میں رہا، یا

عالم برزخ، یا عالم بالا میں؟ اسی طرح نوح علیہ السلام کے وصال کے بعد اور ابراہیم علیہ السلام کی ولادت سے قبل نور مصطفوی کہاں رہا؟ دو ایک معتبر حوالہ ہی نقل کردیں کہ عالم بالا میں یا عالم دنیا میں یا عالم برزخ میں یا کسی اور عالم میں رہا۔ ودُونَہ خرط القتادِ

(ب) قرآن وحدیث میں مفہوم مخالف معتبر نہیں۔لہذا اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ غیر انبیاء میں نور مصطفوی منتقل نہ ہوا۔ مَنْ ادعی خلافہ فعلیہ البیان

(ج) اس ارشاد پاک کا مقصد صرف عظمت وشرافت نسب کا اظہار ہے، جو چند جلیل القدر والمرتبت انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے تذکرہ سے حاصل ہے

(د) اَلْاَحَادِیْثُ بَعْضُهَا مُوْضِحَةٌ لِبَعْضِهَا ایک حدیث کی وضاحت دوسری حدیث سے ہوجاتی ہے۔ملاحظہ ہو حدیث بخاری شریف جو بعینہٖ اسی کتاب الشفاء میں بھی منقول ہے بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُوْنِ بَنِيْ اٰدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰى كُنْتُ فِي الْقُرُوْنِ الَّذِيْ كُنْتُ فِيْهِ اس میں انبیائے کرام کی کوئی تخصیص نہیں۔بلکہ یہ ہر قرن، ہر زمانہ کے آباء وامہات انبیاء اور غیر انبیاء سب کو عام وشامل ہے۔قَرْنًا فَقَرْنًا کے الفاظ میں اس بات کی تاکید ہے کہ ہر قرن، ہر زمانہ میں، تمام آباواجداد، امہات وجدات کے اصلاب کریمہ وارحام طاہرہ میں نورِ مصطفوی منتقل ہوتا رہا۔اس میں ابراہیم علیہ السلام سے قبل یا بعد کسی بھی اب وجد کی کوئی تخصیص نہیں۔نہ عام غیر مخصوص منہ البعض کی تخصیص جائز ہے، اور نہ

ہی کسی مطلق کی تقلید جائز۔

لہذا یہ ثابت ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد میں بھی نور مصطفوی منتقل ہوا۔واللہ یہدی مَن یشاءُ الٰی صراط مُّستقیم۔

(۸)۔۔۔بعض لوگوں نے قرآن مجید سے یہ استدلال کیا ہے کہ قرآن میں لِاَبِیْهِ آزر کہا گیا ہے۔اب والد کو کہتے ہیں، اس لیے قرآن میں صراحت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا والد آزر ہی تھا۔اس کا جواب یہ ہے کہ اب جس طرح والد کے لیے استعمال ہوتا ہے، اسی طرح چچا کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، بلکہ پرورش کرنے والے پر بھی اب کا اطلاق ہوتا ہے۔خود قرآن کریم نے قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا میں اسماعیل علیہ السلام کو یعقوب علیہ السلام کے آباء میں شمار کیا، جب کہ وہ چچا تھے۔اس لئے قرآن مجید کے الفاظ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ سے استدلال کرنا کہ آزر باپ ہی تھا غلط وباطل ہے۔چونکہ یہ لفظ باپ کے معنی پر قطعی الدلالۃ نہیں۔واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال اور جب لفظ چند معانی کا محتمل ہو وہاں پر اپنے مدعٰی کی خاطر ایک معنی کو متعین کرکے استدلال کرنا باطل ہے۔لِاَبِیْهِ اٰزَرَ میں اور بخاری شریف کتاب الانبیاء والی حدیث کے الفاظ اَبُوْهُ۔اَبَاهُ اور ابی میں چچا ہی مراد ہے۔کیونکہ مشرک ہونے کی وجہ سے آزر کو والد قرار دینا درست نہیں۔چچا مراد ہونے کے لیے یہی قرینہ کافی ہے۔

ایک قاعدہ بے فائدہ:

ایک معاصر نے یہ بیان کیا ہے کہ عربی میں اب لفظ جب مفرد استعمال

ہوتا ہے تو ہمیشہ باپ کے معنی میں ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عربی میں ایسا کوئی قاعدہ نہیں۔ یہ خود ساختہ قاعدہ ہے جو لائق توجہ نہیں۔ جس طرح ہمارے یہاں چچا کو بڑے ابا اور چھوٹے ابا عام طور پر کہا جاتا ہے، اسی طرح عرب میں یہ عادت جاری وساری تھی کہ لفظ اب چچا کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ اس میں جمع یا مفرد کی کوئی تفریق نہیں۔

الصاوی علی الجلالین میں ہے وانما علیٰ عادۃ العرب من تسمیۃ العم ابا اہ (لابیہ ازر) میں چچا ہونے کے باوجود لفظ اب سے تعبیر کی۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ چچا کو اب سے تعبیر کرنا عرب کی عادت بن چکی تھی۔

الغرض قرآن وحدیث میں کہیں بھی ایسا نہیں ہے جو آزر کے والد ہونے پر قطعی الدلالۃ ہو۔ محض احتمال لفظی کی بناء پر ایک کافر ومشرک کو ابراہیم علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی ورسول اور خلیل اللہ کا والد قرار دینا درست نہیں۔

فتاملوا واعتبروا۔

تنبیہات باہرہ:

ہمارے ایسے معاصرین جو ابو الانبیاء سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کے والد ماجد اور خاتم الانبیاء حضور سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جد امجد کو کافر ومشرک ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں، اور اُن کا قلمدان تکفیر نہایت ہی بیباکی اور جسارت کا مظاہرہ کر رہا ہے، وہ نہایت سنجیدگی سے مندرجہ ذیل چند مسائل پر غور فرمائیں اور فیصلہ کریں کہ ان کا موقف کس درجہ خطرناک ہے۔ امید ہے کہ وہ خواب غفلت سے بیدار ہو کر کم سے کم سکوت

اختیار کرلیں گے جو باعث نجات ہے۔

(۱)۔۔۔ حجۃ الاسلام امام غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں ارشاد فرماتے ہیں۔ کسی مسلمان کی طرف گناہ کبیرہ کی نسبت جائز نہیں، جب تک تواتر سے ثابت نہ ہو۔ (شرح الفقہ الاکبر للملاعلی القاری ص ۵۷)

(۲)۔۔۔ مسئلہ تکفیر میں اگر ننانوے احتمالات کفر کے ہوں اور صرف ایک احتمال ایمان کا ہو، تو مفتی اور قاضی کے لئے اسی میں بہتری ہے کہ وہ ایمان والے احتمال پر عمل کرے، کیونکہ ہزار کافر کو مومن کہنے میں خطا کرنے سے بھی بدتر یہ ہے کہ ایک مسلمان کو کافر قرار دینے میں خطا کرے۔ (شرح الفقہ الاکبر للملا علی القاری ص ۱۹۹)

(۳)۔۔۔ حدیث شریف میں ہے، پیغمبر اسلام علیہ الصلوۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں ان الا ما یخطئی فی العفو خیر من ان یخطئی فی العقوبۃ۔ جہاں تک بن پڑے حدود کو ٹالو۔ بے شک امام کا معافی میں خطا کرنا عقوبت میں خطا کرنے سے بہتر ہے۔ (ترمذی شریف)

(۴)۔۔۔ یہ ہم کو تسلیم ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد کے ایمان کا مسئلہ قطعی واجماعی نہیں ہے، لیکن میں پوچھتا ہوں کہ کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا کفر قطعی الثبوت وقطعی الدلالۃ اور اجماعی ہے؟ کیا دور ابراہیم علیہ السلام سے یا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس بات پر کوئی خبر متواتر ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا والد آزر ہی تھا۔ نہیں اور ہرگز نہیں۔ ایک بھی خبر متواتر قطعی الدلالۃ پیش نہیں کرسکتے۔ بلکہ ایک حدیث صحیح وصریح پیش نہیں کرسکتے۔ جو صریح ہے وہ ہرگز صحیح نہیں، اور جو صحیح ہے وہ صریح نہیں۔

(شمول الاسلام)

ایسی صورت میں تو گناہ کبیرہ کی نسبت کا بھی حق نہیں، چہ جائیکہ کفر کی نسبت؟ یہ کیسی جسارت ہے کہ ایذاء رسول اعظم کے خطرہ سے ایمان کو خطرہ لاحق ہو؟ اس سے بہتر تو یہی ہے کہ اگر ایمان کا ثبوت فہم وادراک قبول نہ کرے تو کم از کم سکوت ہی اختیار کرے۔ اسی میں نجات ہے۔ از خدا خواہیم توفیق ادب۔

آمین ثم آمین و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ غیر خلقہٖ مُحمد و اٰلہٖ و صحبہ اجمعین. و بارک و سلم۔

غلام مجتبیٰ اشرفی غفرلہ

صدر مفتی دارالعلوم دیوان شاہ، اشرف نگر، درگاہ روڈ

بھیونڈی، تھانہ

(۱۱ ربیع الاول شریف ۱۴۰۷ھ روز پنجشنبہ)

قرآن میں کہیں بھی آزر کو والد نہیں کہا گیا

(چند سوالات اور اس کے جوابات)

سوال: ایک معاصر اخبار نے حال ہی میں کسی گمنام شخص کی طرف سے ایک مقالہ شائع کیا ہے، جس میں انہوں نے سات آیتوں کے حوالہ سے بتایا ہے کہ قرآن میں آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا والد کہا گیا ہے، اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے ’’ترجمہ قرآن کنز الایمان‘‘ کے حوالوں سے آزر کا باپ ہونا ظاہر کیا ہے، وہ آیات یہ ہیں۔ (۱) سورۃ انعام آیت ۷۴ (۲) سورہ صفات آیت ۸۵ (۳) سورہ زخرف آیت ۲۶ (۴) سورۂ مریم آیت ۴۱ و ۴۷ (۵) سورہ شعرا آیت ۷۰ و ۸۶ (۶) سورۂ ممتحنہ آیت ۴ (۷) سورۂ توبہ آیت ۱۱۴۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے ’’شمول الاسلام‘‘ میں آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا چچا فرمایا ہے، اور ترجمہ قرآن کنز الایمان میں باپ لکھا ہے، یہ متضاد تحریریں کیسی؟ ترجمہ قرآن درست ہے یا ان کا فرمان؟

جواب (الف) لفظ والـــد اور لفظ اب دونوں عربی ہیں، اور دونوں کا استعمال قرآن میں بکثرت ہے، ملاحظہ ہو وصّینا الانسان بوالدیه (سوره لقمان و عنکبوت و احقاف)

اشکرلی ولوالدتك (لقمان)

برا بوالدیه (مریم)

انعمت علی و علی والدی (عنکبوت و نمل)

والذی قال لوالدیه اف(احقاف)

ولوالدات یرضعون لاتضار والدة بولدها(بقره)

وبرا بوالدتی(مریم)

علیك وعلیٰ والدتك (مائده)

واغفرلی ولوالدیّ(ابراهیم)وغیرہ

والد۔ والدت و الدین والدیه والدیك۔ والدی۔ والده والذات۔

والداتك والدتی وغیرہ الفاظ جہاں بھی قرآن میں آیا ہے صرف حقیقی ماں باپ کے لئے مستعمل ہوا، جس کے صلب اوربطن سے بلاواسطہ پیدا ہے، جسے فقہی اصطلاح میں اصل قریب کہتے ہیں۔ چچایا دادایا دادی یا نانی کے معنی میں کہیں بھی مستعمل نہیں ہوا۔ اسی طرح لفظ اب کا استعمال بھی قرآن میں بکثرت ہوا ہے،

ملاحظہ ہومثلا:

ماکان محمد ابا احد (احزاب)

ان له باشیخا (یوسف)

فالقوه علی وجهه و ابی (یوسف)

واغفر لابی (شعرا)

یٰاَبَتِ (یوسف ومریم وقصص وصفّٰت)

ماکان ابی امرأ سوء و مریم،یٰآبانا مالك لا تامنا (یوسف)

وورثه ابوالافلامه الثلث(نسا)

کما اخرج ابو یکمه من الجنة(اعراف)

لامتنکحوا ما نکح اباو کم(سنان)

وغیرہ صیغوں کے ساتھ سو سے زائد مقامات میں مستعمل ہوا ہے۔ کہیں حقیقی والد کے لیے مستعمل ہوا ہے۔ جیسے فالقوة علی وجه ابی اور کہیں والد ،داد، پرداداوغیرہ کے لیے جیسے لاتنکحوا ما نکح ابائکم اور کہیں، والدداوا، اور چچا کے لیے مستعمل ہوا ہے جیسے نعبد الهك و اله ابائك ابراهیم و اسمعیل و اسحق الهاً واحدا (بقره) اس میں اسحاق علیہ السلام والد۔ ابراہیم علیہ السلام دادا اور اسماعیل علیہ السلام یعقوب علیہ السلام کے چچا ہیں، ان سب کو یعقوب علیہ السلام کے آباء میں شمار کیا گیا ہے۔

لہذا یہ سمجھنا کہ لفظ اب صرف والد ہی کے معنی میں مستعمل ہے نری جہالت ہے، بلکہ چچا کے معنی میں بھی عرب میں اس کا استعمال شائع وذائع ہے اور قرآن میں بھی محاورہ عرب کے مطابق ہی استعمال ہوا ہے (جیسا کہ صاوی علی الجلالین کے حوالہ سے پہلے گزر چکا)

اسی طرح لفظ ام کا استعمال کہیں والدہ کے لیے ہوا ہے، جیسے فلامه الثُّلُث نسا اور کہیں والدہ، دادی، پردادی، نانی، پرنانی وغیرہ کے لیے مستعمل ہوا ہے، جیسے۔ حرمت علیکم اُمّھا تکُمْ (نساء) اور کہیں دودھ پلانے والی رضاعی ماں کے لیے جیسے و اُمَّھاتُکُمُ الّتی اَرْضَعْنَکُمْ الحاصل والد اور والدہ کا استعمال صرف حقیقی ماں باپ کے لئے ہے۔ اور اب و ام کا استعمال باپ، دادا، پردادا ماں، دادی، نانی اور چچا وغیرہ کے لئے آیا ہے۔

انتباہ جس طرح عربی محاورہ میں لفظ اب کا استعمال والد دادا اور چچا

وغیرہ کے لئے آتا ہے،اُسی طرح اُردو زبان میں باپ اور ابا کا استعمال بھی والد اور چچا وغیرہ میں ہوتا ہے۔یہ میرے بڑے باپ، یا بڑے ابا ہیں۔یہ میرے چھوٹے باپ یا چھوٹے ابا ہیں، عام طور پر بولا جاتا ہے جو بڑے چچا اور چھوٹے چچا کے مستعمل ہے، اس سے وہی انکار کرے گا جو اردو محاورہ سے نابلد یا پھر تجاہل عارفانہ کا شکار۔لہذا امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے ترجمہ قرآن کنز الایمان میں لفظ باپ سے والد سمجھ لینا اور اس کو شمول الاسلام کے لفظ چچا کا متضاد تصور کرنا بھی اُردو محاورہ سے جہالت پر مبنی ہے، یا جان بوجھ کر محض دوسروں کو دھوکہ دینا، اب رہ گئی یہ بات کہ قرآن کریم میں آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا والد کہا گیا ہے یا نہیں ۔تو پہلے اُن آیت کریمہ کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں پھر فیصلہ فرمائیں والد کا لفظ مستعمل ہوا ہے، یا لفظ اب جو چچا کے معنی میں مستعمل ہے۔

آیات قرانیہ سے دلیل:

(ب) سائل نے قرآن کریم کی جن آیات کا ذکر کیا ہے اُن کے الفاظ یہ ہیں (۱) اذ قال ابراھیم لابیہ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصنَاماً اٰلِهة (سورۂ انعام آیت ۷۴) اور یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے ابا آزر سے کہا کہ کیا تم بتوں کو خدا بناتے ہو۔(ترجمہ)

(۲) اِذ قال لابیہ وَ قومہ ماذا تعبدون (سورہ صفّٰت آیت ۸۵) جب اُس نے اپنے ابا اور اپنی قوم سے فرمایا تم کیا پوجتے ہو (ترجمہ)

(۳) اذ قالَ ابراھیمُ لابیہ و قومہ اِنی براۤءٌ مِمّا تعبدون (سورۂ زخرف آیت ۲۶) اور جب ابراہیم نے اپنے ابا اور اپنی قوم سے فرمایا میں بیزار

ہوں تمہارے معبودوں سے (ترجمہ)

(۴) اِذْقال لابیہ یٰاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَالا یَسْمَعُ وَلَا یُبْصِرُوَلَا یُغْنِیْ عَنْکَ شَیْئاً (سورۂ مریم آیت ۴۲) جب اُس نے اپنے ابا سے فرمایا اے میرے ابا کیوں ایسے کو پوجتا ہے جو نہ سنے، نہ دیکھے اور نہ کچھ تیرے کام آئے (ترجمہ)

(۵) اذقال لابیہ و قومہ مَاتعبدُون (سورہ شعراء آیت ۸۶) جب اس نے اپنے ابا اور اپنی قوم سے فرمایا تم کیا پوجتے ہو (ترجمہ)

(۶) وَاغْفِرْلِیْ اِنّہ کَانَ مِنَ الضَّالِّیْن (سورہ شعرا آیت ۸۶) اور میرے ابا کو بخش دے بیشک وہ گمراہ ہے (ترجمہ) یعنی میرے چچا آزر کو ایمان وتوبہ کی توفیق عطا فرما جس سے وہ تیری بخشش کا مستحق ہو جائے۔

(۶) الا قول ابراھیم لابیہ لاستغفرنَّ لَکَ (سورۂ ممتحنہ آیت ۴) مگر ابراہیم کا اپنے ابا سے کہنا کہ ضرور تیری مغفرت چاہوں گا (ترجمہ) اس آیت میں آزر کے لئے وعدۂ استغفار ہے۔

(۷) وَمَا کَانَ اِسْتِغْفَارُ ابراھیم الا عَنْ مَّوْعِدةٍ وَّعَدَھَا اِیَّاہُ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَہٗ اَنَّہٗ عَدُوٌّ اللہ تَبَرَّاَ مِنْہُ (سورہ توبہ آیت ۱۱۴) ابراہیم کا اپنے ابا کی بخشش چاہنا وہ تو نہ تھا مگر ایک وعدہ کے سبب جو اس سے کر چکا تھا، پھر جب ابراہیم کو کھل گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہو گئے (ترجمہ)

تعبیری الفاظ:

مذکورہ آیات میں کہیں بھی آزر کو والد نہیں کہا گیا ہے۔ ان آیتوں میں لفظ اب سے ہی تعبیر آئی ہے جو چچا کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے، اور ان مقامات میں چچا ہی مراد ہے۔ لہذا یہ کہنا کہ قرآن میں آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا والد کہا گیا ہے، غلط ہے۔ سوال ۲: وَاغْفِرْ لِاَبِیْ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّیْنَ (سورہ شعرا آیت ۸۶) آزر کے لئے ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا منقول ہے جس کی تعبیر لابی سے کی گئی ہے، اور آزر ہی کے لئے دوسری دعا یہ ہے وَاغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ (سورہ ابراہیم آیت ۴۱) یہاں والدیّ سے تعبیر ہے، لہذا یہ کہنا کہ آزر کو قرآن میں والد نہیں کہا گیا ہے کہاں تک درست ہے؟ لوالدیّ سے کون مراد ہیں؟

جواب ۲: جو دعا سورہ شعراء کی آیت ۸۶ میں لابی کے لفظ کے ساتھ منقول ہے وہاں پر آزر مراد ہے، جو گمراہ تھا اور ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا، اور سورہ ابراہیم کی آیت ۴۱ میں لوالدیّ کے لفظ سے جو دُعا منقول ہے اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی والدین یعنی حقیقی والد تارخ، اور سگی والدہ مثانی بنت نمر مراد ہیں، جو دونوں مومن وموحد ہیں:

دعائے مغفرت کی تشریح:

اس جواب کی تفصیل یوں ملاحظہ فرمائیں کہ (الف) سورہ شعراء کی آیت ۸۶ میں آزر کے حق میں ابراہیم علیہ السلام کی جو دعا منقول ہے وہ دعا ابراہیم علیہ السلام نے آزر کی زندگی میں کی تھی، تاکہ اس کو توبہ اور ہدایت وایمان نصیب ہو، اور بعد ایمان مغفرت الٰہی کا مستحق بنے، لیکن جب ابراہیم علیہ السلام پر بذریعہ وحی الٰہی یہ بات واضح ہوگئی کہ آزر ایمان نہیں لائے گا، یا آزر کی موت پر اُن کو یقین ہوگیا کہ اس کی موت کفر وشرک پر ہوئی اب ایمان ومغفرت کا کوئی امکان ہی نہیں رہا، تو یہ سمجھ کر کہ یہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے اب اُس کی مغفرت نہیں ہوسکتی، وہ آزر سے متنفر و بیزار ہوگئے، اور اُس کے لئے دُعاء مغفرت ترک فرمادی (سورہ توبہ آیت ۱۱۴) میں ماکان استغفارُ ابراھیم الآیۃ سے اسی بات کا تذکرہ ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کے ایام جوانی میں آتشکدۂ نمرود کے ذریعہ آزر ہلاک ہو چکا تھا، چونکہ آزر کفر پر مرا تھا اور کافر کے لئے دعائے مغفرت کفر ہے، اس لئے ابراہیم علیہ السلام نے پھر کبھی آزر کے لئے دعائے مغفرت نہیں فرمائی۔

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ مسالک الخلفاء میں ارشاد فرماتے ہیں: و یرشعه ایضا ما اخرجه ابن المنذر فی تفسیره بسند صحیح عن سلیمان بن صرد قال لما اراد و ان یلقو ابراهیم فی النار جعلوا یجمعون الحطب حتیٰ ان کانت العجوز لتجمع الحطب فلما ان اراد و ان یلقوه فی النار قال حسبی الله و نعم الوکیل

فلما القوه قال الله یا نار کونی برد اًوّ سَلماً علیٰ ابُراهیم فقال عمّ ابراهیم من اجلی دفع عند فارسول الله علیه شرارة من النار فوقعت علیٰ قدمه فاحرقته فقد صرح فی هذا الاثر بعم ابراهیم و فیه فائدة اُخریٰ و هو انه هلك فی ایام القاء ابراهیم فی النار و قد اخبر الله سُبحٰنه فی القرآن بان ابراهیم ترك الاستغفار له لم اتبین له انه عد و لله وورث الاثار بان ذالك تبین له لما مات مشرکا و انه لم یستغفرله بعد ذالك الیٰ قوله فاستغفر لوالدیه و ذلك بعد هلاك عمه بمدة طویله فیسیستبط من هذا ان الذکر فی القرآن بالکفر و البتری من الاستغفار له هو عمه الابوه الحقیقی فلله الحمد علیٰ ما اللهم.

ترجمۂ عبارت یہ کہ اس قول کی تائید اس اثر سے ہوتی ہے جو ابن المنذر نے بسند صحیح سُلیمان بن صرد سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا جب کافروں نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا، تو لکڑیاں جمع کرنے لگے یہاں تک کہ بوڑھی عورت بھی لکڑی اکٹھا کرتی تھی، تو جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنا چاہا آپ نے حسبنا اللہ و نعم الوکیل فرمایا، پھر جب آپ کو آگ میں ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اے آگ ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈی ہوجا اور سلامتی ہوجا، تو آپ کا چچا بولا کہ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے بچا لیا، تو اللہ تعالیٰ نے آگ کا ایک شرارہ (چنگاری) بھیجا جو اُس کے پاؤں پر پڑا اور اُسے جلا ڈالا۔ اس اثر میں ابراہیم علیہ السلام کے چچا کی صراحت آئی اور اس میں ایک دوسرا فائدہ ہے کہ آپ کا چچا

اس زمانہ میں ہلاک ہوا جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا، اور قرآن عظیم نے بتایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اُس کے لئے دعائے مغفرت ترک فرمادی تھی، جب اُنہیں اس کا دشمن خدا ہونا محقق ہوا۔ اور روایتوں میں آیا ہے کہ اُس کا یہ حال اُن کو اُس وقت کھلا جب وہ مشرک مرا، اور انہوں نے اس کے لئے اُس کے بعد دعائے مغفرت نہ کی۔ اور اپنے چچا کی وفات کے طویل عرصہ کے بعد انہوں نے اپنے والدین کے لئے دعائے مغفرت کی۔ اور یہاں سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ قرآن میں جس کے کفر اور اس کے لئے دعاء مغفرت سے تبری کا ذکر آیا ہے وہ ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا، نہ کہ ان کے والد حقیقی۔

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کی روایت سے یہ باتیں واضح ہوئیں کہ

(۱) آزر ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا۔

(۲) آزر اس زمانہ میں ہلاک ہوا جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تھا۔

(۳) ابراہیم علیہ السلام نے آزر کے کفر ظاہر ہونے یا شرک پر مرنے کے بعد اس کے لئے مغفرت کی دعا نہ کی۔

(۴) ایک طویل زمانہ کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے اپنے حقیقی والدین کے لیے دُعاء مغفرت فرمائی (اور یہی وہ دُعا ہے جو سورہ ابراہیم میں مذکورہ ہے)

(ب) سورہ ابراہیم کی آیت ۴۱ میں جو دُعا لفظ وَالِدَیَّ کے ساتھ منقول ہے، یہ دُعا آپ نے اپنے حقیقی والدین کے لئے بڑھاپے میں کی، جب کہ

حضرت اسماعیل واسحاق علیہم السلام کی ولادت ہو چکی تھی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام جب پیدا ہوئے تو آپ کی عمر ۹۹ سال تھی۔ اس کے ۱۳ برس بعد ۱۱۲ سال کی عمر میں حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لئے اپنے لئے اپنے والدین کے لئے اور مومنین کے لیے دُعا فرمائی۔ آیات قرآنی کا سیاق وسباق ملاحظہ ہو۔ الحمد لله الذی وهب لی علی الکبیر اسمعیل و اسحق ط ان ربی لسمیع الدُّعاء رَبِّ اجعَلنِی مُقِیمَ الصَّلوٰةِ وَمِن ذُرِّیَّتِی رَبَّنا وَتَقَبَّل دُعَاءِ رَبَّنَا اغفِرلِی وَلِوَالِدَیَّ وَلِلمُؤمِنِینَ یَومَ یَقُومُ الحِسَابُ (سورۂ ابراہیم آیت ۳۹ تا ۴۱)

سب خوبیاں اللہ کو جس نے مجھے بوڑھاپے میں اسماعیل واسحٰق دیئے، بیشک میرا رب سننے والا ہے۔ اے میرے رب مجھے نماز قائم کرنے والا رکھ اور کچھ میری اولاد کو، اے ہمارے رب اور میری دعا سن لے۔ اے رب مجھے بخش دے اور میرے والدین کو، اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا (ترجمہ)

فوائد:

آزر کے لئے دعائے مغفرت آزر کی زندگی میں فرمائی (جب کہ اس کے ایمان کی امید تھی اور حقیقی والدین کے لئے بوڑھاپے میں دعا فرمائی جب کہ آزر کا کفر محقق ہو چکا تھا، اور اس سے متنفر ہو چکے تھے اور کافر کے لیے دعا ممنوع۔

(۲) آزر کے لیے یہ لفظ مفرد ولابی کا لفظ استعمال فرمایا ہے جو چچا کے لیے بھی مستعمل ہوتا ہے، نیز اس دعا میں صرف آزر شامل ہے کہ صیغہ مفرد ہے اور لوالدی میں صیغہ تثنیہ لفظ والدین کا استعمال ہے جو صرف حقیقی ماں باپ کے

لیے ہے۔

(۳) آزر کے لیے دعا کے ساتھ اس کی گمراہی کا بھی ذکر ہے بلکہ جہاں بھی لفظ اب سے آزر کا ذکر ہے وہاں اس کی گمراہی کا ذکر ہے، اور لوالدیّ کے بعد کفر یا گمراہی کا ذکر نہیں ہے۔

الحاصل مذکورہ بالا دلائل وقرائن اور آیات کے سیاق وسباق سے بات واضح ہوگئی کہ سورہ شعراء والی آیت میں دعا صرف آزر کے لئے تھی جو ان کا چچا تھا اور سورۂ ابراہیم والی دعا اپنے حقیقی والدین تارخ، اور مثانی کے لئے تھی جو مومن و موحد ہیں، نہ کہ آزر کے لئے جو گمراہ ومشرک تھا (سوال ۳) یہ بات تو سمجھ میں آ گئی کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا، نہ کہ والد، لیکن سوال یہ ہے کہ جب آزر چچا تھا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اذ قال ابراهیم لعمه آزر کیوں نہیں فرمایا جب کہ قرآن میں لفظ عم بھی مستعمل ہوا ہے جو چچا کے معنی میں صریح ہے۔ لابیه آزر کا لفظ کیوں استعمال فرمایا، جب کہ یہ والد اور چچا دونوں معنوں میں مستعمل ہونے کی وجہ سے چچا کے معنی میں صریح نہیں، جب کہ خدا کو معلوم ہے کہ وہ چچا تھا اور چچا ہی مراد ہے۔

تخاطب کا انداز:

(جواب ۳) (الف) جس طرح آجکل عام طور پر کسی بڑے آدمی لحاظ و پاس اور تالیف قلب کے لیے لفظ چچا استعمال کیا جاتا ہے تا کہ قائل کی طرف پیار ومحبت کی نظر ڈالے، اس کی بات توجہ سے سنے، اور اس پر سنجیدگی اور ہمدردی کے ساتھ غور کرے، اور اہم امور میں اس کی سرپرستی بھی کرے، اس طرح بعض لوگ

محض تالیف قلب کے لئے اپنے والد کے علاوہ غیر کو بھی ابا کہہ دیتے ہیں، تا کہ ان کی طرف خصوصی توجہ قائم رہے، ابا اور چچا کا لفظ اگر کسی بڑے کے لیے کوئی ستعال کرتا ہے تو اس کو نہایت ہی سنجیدہ اور مہذب قرار دیا جاتا ہے، لفظ ابا میں تو چچا سے بھی زیادہ اظہار عظمت ہے جب یہ بات سمجھ میں آ گئی تو آپ اب اس کو بھی نہایت ہی سنجیدگی سے سنئے کہ ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنی قوم پر نگاہ والی تو دیکھا کہ آزر بہت بڑا پجاری اور بت تراش ہے، ان کا قوم پر بڑا اثر ہے، قوم کا سردار ہے اور ابراہیم علیہ السلام کیے لئے دور کا چچا بھی تھا، اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام آزر کو یابتِ (اے میرے ابا) کے لفظ سے مخاطب کرتے تھے (سورہ مریم آیت ۴۱ تا ۴۵) چار چار مقامات پر اسی لفظ سے خطاب کیا ہے ملاحظہ ہو۔

واذکُرْ فِی الکتٰب ابراهیم انه کان صدیقا نبیا(۴۱)

اذقال لابیه یٰابَتِ لِمَ تَعبد ما لا یسمع ولا یبصر ولا یُغنی عنك شیءً(۴۲)

یٰابَتِ لَا تَعبُدُ الشیطان ط اِنَّ الشَّیْطٰنِ کَانَ للرَّحْمٰنِ عَصِیاً(۴۴)

یٰاَبَتِ اِنِّیْ اَخَافُ اَنْ یَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَکُوْنَ للشَّیْطٰنِ وَلِیًّا(۴۵)

اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو بیشک وہ صدیق تھا (نبی) غیب کی خبریں دینے والا۔ جب اپنے ابا سے کہا، اے میرے ابا کیوں ایسے کو پوجتا ہے، جو نہ سنے، نہ دیکھے اور نہ کچھ تیرے کام آئے، اے میرے ابا بیشک میرے پاس وہ علم آیا، جو تجھے نہیں آیا تو میرے پیچھے چل، میں تجھے سیدھی راہ دکھاؤں۔ اے

میرے ابا شیطان کا بندہ نہ بن، بیشک شیطان رحمٰن کا نافرمان ہے، اے میرے ابا میں ڈرتا ہوں کہ تجھے رحمٰن کا کوئی عذاب نہ پہونچے، تو تو شیطان کا رفیق ہو جائے۔ (ترجمہ)

اس طرح کا تخاطب تالیف قلب کے طور پر محض امید پر تھا کہ اگر یہ ایمان لے آیا تو اس کے ساتھ اس کی قوم بھی آسانی سے دعوت اسلام قبول کر لے گی۔ اسی لیے ابراہیم علیہ السلام نے آزر کے ایمان اور مغفرت کے لیے دعا کا وعدہ بھی فرمایا، اور بعد میں اُن کے لیے با ایں الفاظ دعا بھی فرمائی واغفر لابی انه کان من الضّالین (ب) چونکہ ابراہیم علیہ السلام آزر کو ہمیشہ یٰابَتِ (اے میرے ابا) سے خطاب فرماتے تھے اور ان کو بات چیت اور دعا میں لفظ اب سے ہی تعبیر کرتے تھے۔ اسی لیے خداوند کریم نے بھی بطور نقل و حکایت ابراہیم علیہ السلام کی تعبیر کے مطابق ہر تعبیر فرمائی تا کہ ابراہیم علیہ السلام کا انداز تخاطب اور طرز تکلم کی نقل و حکایت مطابق واقع ہو۔ ابراہیم علیہ السلام نے کبھی آزر کو والد نہیں کہا نہ والد سے خطاب کیا چونکہ والد نہ تھا، اسی لیے قرآن میں بھی کہیں اس کو والد قرار نہیں دیا گیا، اسی طرح چونکہ ابراہیم علیہ السلام نے اس کو چچا نہیں کہا تو قرآن میں بھی اس کو چچا نہیں کہا گیا، بلکہ ابراہیم نے اس کو صرف اب کہا تو قرآن میں بھی صرف اب ہی سے ان کا تسمیہ کیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار ☆

تصانیف

حضرت تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی

حضرت کی اردو میں شائع ہونے والی تصنیفات درج ذیل ہیں:

تصویروں کا شرعی حکم — تین طلاقوں کا شرعی حکم
ایک غلط فہمی کا ازالہ — ٹی وی ویڈیو کا آپریشن
دفاع کنز الایمان — آثار قیامت
ہجرت رسول — شرح حدیث نیت
ٹائی کا مسئلہ — جدید ذرائع ابلاغ
چلتی ٹرین میں نماز کا مسئلہ — جلوس محمدی کا ثبوت
سنو چپ رہو — ذکر حضور مفتی اعظم
حضرت ابراہیم کے والد کا نام — فضیلت صدیق اکبر

تصانیف حضرت مولانا محمد شہاب الدین رضوی

مفتی اعظم اور ان کے خلفاء — تاریخ جماعت رضائے مصطفےٰ
مفتی اعظم کے سیاسی افکار — سوانح مولانا نقی علی خاں بریلوی
مولانا رضا علی خاں بریلوی اور جنگ آزادی — مولانا حسنین رضا بریلوی حیات وخدمات
حیات تاج الشریعہ — نوادرات تاج الشریعہ
دعوت شریعت — تحریک عدم تقلید اور جامع الشواہد
تاریخ وعقائد جماعت اہل حدیث — اسلامیان ہند کے قومی ملی مسائل
دنیا اسلام کی تلاش میں — جہاد آزادی روہیل کھنڈ
عدل وانصاف کا قرآنی مفہوم — گستاخ رسول کی سزا
سوانح برہان ملت — حیات اعلیٰ حضرت (ہندی)
حیات تاج الفحول — تحریک شدھی اور علماء اہل سنت

ملنے کا پتہ

اسلامک ریسرچ سینٹر محلہ سوداگران، رضا نگر، بریلی شریف (یوپی)